جماعت کو تدریجی طور پر اب قربانیوں کے میدان میں آگے سے آگے قدم رکھنا ہوگا

(فرمودہ ۱۱ ستمبر ۱۹۳۶ء)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

کھانسی اور گلے کی تکلیف کی وجہ سے میرے لئے بلند آواز سے بولنا بالکل جائز نہیں لیکن چونکہ بخار میں تخفیف ہے اور دو جمعے درمیان میں مَیں یہاں خطبہ نہیں پڑھا سکا اس اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ تکلیف اُٹھا کر بھی آج خطبہ جمعہ خود پڑھاؤں۔

میں نے چند جمعے ہوئے غالباً ۷ اگست کو جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی کہ تحریک جدید کے چندہ کے متعلق مَیں بعض دوستوں میں سُستی اور غفلت دیکھتا ہوں حالانکہ اس چندہ کی تحریک طوعی تھی جبری نہ تھی۔ یعنی ہر شخص کو اختیار حاصل تھا کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق اس چندے میں شامل ہو یا نہ ہو۔ صرف تحریک کی جاتی تھی اور ہر شخص کو اس میں شامل ہونے کا پابند نہیں بنایا جاتا تھا۔ اِس سُستی کو دیکھ کر یہ خطرہ بھی ہوسکتا تھا کہ یہ چیز تو ہمارے سامنے آجاتی ہے مگر اِس تحریک کے وہ دوسرے حصے جو سامنے نہیں آتے ممکن ہے دوست ان میں بھی سُستیاں کر رہے ہوں مثلاً ایک کھانا کھانے کی تحریک ہے یا سادہ لباس کی تحریک ہے یا بیکار نہ رہنے کی تحریک ہے یا تبلیغ کی تحریک ہے ان ساری قِسم کی تحریکوں کے متعلق قدرتی طور پر یہ شبہ پیدا ہونا

لازمی ہے کہ شاید ان میں بھی کسی قسم کی سُستی ہو رہی ہے۔

میرے اِس خطبہ کے نتیجہ میں جماعت میں ایک اصلاح تو ہوئی ہے اور وہ یہ کہ چندہ کی رفتار پہلے سے بڑھ گئی ہے اور اس خطبہ کے بعد اِس وقت تک جو دس اور گیارہ ہزار کے درمیان پچھلے سال اور اس سال کے چندہ میں فرق تھا وہ کوئی ساڑھے چھ ہزار کے قریب آ گیا ہے۔ گویا چار یا ساڑھے چار ہزار روپیہ کی کمی کو دوستوں نے پورا کیا ہے لیکن ابھی تک جماعت کے تمام افراد میں وہ تحریک پیدا نہیں ہوئی جو ہونی چاہئے تھی۔ جن جن افراد نے علیحدہ طور پر چندے لکھوائے ہیں انہوں نے زیادہ جوش سے چندے ادا کئے ہیں لیکن جماعتی چندوں میں ابھی بہت کچھ کمی ہے (میں الفضل کی کسی قریب کی اشاعت میں بعض بڑی جماعتوں کی لسٹ شائع کروں گا تا کہ ان جماعتوں کو توجہ ہو)۔

درحقیقت بہت سی رقم جو جمع ہوئی ہے وہ افراد کی طرف سے جمع ہوئی ہے ورنہ بہت سی جماعتیں ایسی پائی جاتی ہیں جنہوں نے بحیثیت جماعت نہایت سُستی اور غفلت دکھائی ہے میں ان جماعتوں کو ستمبر تک کی مُہلت دیتا ہوں کہ وہ ستمبر تک اپنے بقائے پُورے کرنے کی کوشش کریں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ سارے دوست ہی ستمبر تک بقائے ادا کریں کیونکہ مہلتیں بعض کی نومبر تک، بعض کی جنوری تک اور بعض کی اس سے بھی بعد تک ہیں لیکن بہر حال جس حد تک حصہ ان کی طرف ہے اس وقت تک پہنچ جانا چاہئے۔ اپنی اپنی رقم کے مطابق وہ اس کو ضرور پورا کرنے کی کوشش کریں ورنہ اطلاع دیں کہ کیوں وہ اس وعدے کو پورا کرنے پر قادر نہیں ہو سکے جو طَوعی طور پر انہوں نے کیا تھا اور جس کے متعلق کوئی جبر اُن پر نہیں کیا گیا تھا۔

میں بتا چکا ہوں کہ تدریجی طور پر جماعت کو قربانی کے میدان میں اب آگے سے آگے بڑھنا ہوگا۔ ذاتی طور پر مجھے اِس بات کا قطعاً درد محسوس نہیں ہوسکتا اگر ہماری جماعت موجودہ تعداد سے گھٹ کر آدھی رہ جائے یا چوتھا حصہ رہ جائے یا اس سے بھی زیادہ گر جائے کیونکہ میں اس یقین پر قائم ہوں کہ مخلصین وہ کچھ کر سکتے ہیں جو تعداد نہیں کرسکتی۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے ایسے ذرائع بتائے ہوئے ہیں کہ جن کے ماتحت چند آدمیوں کے ذریعہ بھی ساری دنیا میں اسلام قائم کیا جاسکتا ہے لیکن ان ذرائع کو استعمال کرنے کے اوقات ہوتے ہیں۔ خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا

کہ تجھے اور تیری قوم کو کنعان کی حکومت دی جاتی ہے۔ بنی اسرائیل نے آگے سے یہ کہہ دیا کہ اِذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ [1] جا موسیٰؑ تُو اور تیرا ربّ لڑتے پھرو جب فتح ہو جائے گی تو ہم بھی شامل ہو جائیں گے۔ اس وقت تک تو ہم یہیں بیٹھے ہیں۔ موسیٰ اور اس کا خدا اکیلے رہ گئے مگر باوجود اس کے کنعان پھر بھی فتح ہؤا اور کنعان پر تیرہ سَو سال تک بنی اسرائیل نے حکومت کی۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو جب صلیب کا واقعہ پیش آیا حواری سب بھاگ گئے بلکہ ایک حواری نے تو آپ پر لعنت بھی کی اور کہا میں نہیں جانتا یہ کون ہے؟ یہ سب کچھ ہؤا مگر کیا عیسائیت دنیا میں نہیں پھیلی؟ کیا وہ یونہی رک کر رہ گئی؟ پس میں اس یقین پر قائم ہوں اور سمجھتا ہوں کہ جو شخص اس یقین پر قائم رہے گا وہی اپنے ایمان کو سلامت لے کر نکلے گا کہ **سلسلہ افراد کی تعداد پر قائم نہیں بلکہ اخلاص پر قائم ہے**۔ جس شخص کے دل میں یہ خیال ہو کہ ہر گندی چیز کو ہم سمیٹیں اور رکھ لیں وہ نہ سلسلہ کی خدمت کر سکتا ہے اور نہ سلسلہ کو کوئی نفع پہنچا سکتا ہے۔

میرا مطلب یہ نہیں کہ خواہ مخواہ بیٹھے بٹھائے جس کو خدا تمہارے پاس بھیجے اس کو نکالو یہ خود ایک بھاری گناہ اور عذاب کا موجب ہے بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص پوری وضاحت اور انکشاف کے بعد اپنے آپ کو اسلام کیلئے مفید بنانے کیلئے تیار نہیں ہے تو وہ اپنے آپ کو سلسلہ سے آپ نکالتا ہے تم اسے نہیں نکالتے۔ ایک کمزور اور ناطاقت جس میں چلنے کی طاقت نہیں اگر تم اُسے دیکھو تو تمہارا کام ہے کہ اُسے اُٹھاؤ اور لے چلو۔ ایک ناواقف اور جاہل جسے کوئی علم نہیں اگر وہ تمہارے پاس آتا ہے تو تمہارا کام ہے کہ اسے بتاؤ اور اپنے ساتھ شامل کرو مگر ایک واقف اور آگاہ شخص جو ٹانگیں رکھتے ہوئے بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ تمہارا فرض ہے کہ تم اُسے سلام کر کے کہہ دو آج سے میں اور تم الگ، ہمارا تم سے کوئی تعلق نہیں۔ جب تمہارے نفس میں اس رنگ میں خدا پر توکل قائم ہوگا تب تم دنیا میں کامیابی حاصل کر سکو گے اور جب تم اپنے آپ کو دیوانگی کے مقام پر کھڑا کر لیتے ہو تب تم منزلِ مقصود پر بھی کامیابی کے ساتھ پہنچ سکتے ہو۔

یہ مت خیال کرو کہ تمہارے دائیں اور بائیں ایسے لوگ ہیں جو اندر سے ہو کر تمہاری مخالفت کرتے ہیں وہ منافق ہیں اور منافق کی مثال چوہے کی سی ہوتی ہے جس نے بلی کی میاؤں

سُنی اور وہ بھاگا۔ مثل مشہور ہے ہے کہ کچھ چوہے تھے انہوں نے آپس میں مشورہ طلب کیا کہ بلی نے ہمیں سخت ستایا ہؤا ہے آؤ ہم اسے مل کر پکڑیں۔ آخر صلاح ٹھہری کہ والنٹیئرز طلب کرو جو اپنی جانیں قربان کر دیں اور قوم کو اس مصیبت سے نجات دیں۔ چنانچہ پچاس ساٹھ چوہے کھڑے ہوگئے اور انہوں نے کہا کہ ہم اپنے آپ کو اس خدمت کیلئے پیش کرتے ہیں کہ اگر بلّی آئی تو ہم اُس کا دایاں پاؤں پکڑ لیں گے۔ پچاس ساٹھ چوہوں نے کہا ہم اُس کا بایاں پاؤں پکڑ لیں گے۔ اِسی طرح والنٹیئرز کھڑے ہوتے گئے اور انہوں نے بلّی کا تمام جسم آپس میں تقسیم کرلیا اور کہا ہم اسے پکڑ کر وہیں مار دیں گے۔ جب سب حصے وہ آپس میں تقسیم کر چکے تو ایک بوڑھا چوہا کہنے لگا تم بلّی کے پاؤں اور اُس کے دیگر اعضاء سے اتنا نہیں ڈرتے جتنا اُس کی میاؤں سے ڈرتے ہو اِس لئے یہ بتاؤ کہ اس کی میاؤں کو کون پکڑے گا۔ اِدھر اُس نے یہ کہا اور اُدھر اتفاقاً ایک بلّی نمودار ہوگئی اور اس نے کہا میاؤں۔ میاؤں کا سننا تھا کہ سارے چوہے اپنی اپنی بلوں میں گھس گئے یہی حال منافق کا ہوتا ہے وہ دعوے بہت کرتا ہے لیکن ہوتا سخت ڈرپوک ہے۔ بھلا وہ منافق جو قلیل التعداد دوستوں کے سامنے کھل کر بات کرنے سے ڈرتا ہے وہ کثیر التعداد دشمنوں کا کہاں مقابلہ کرسکتا ہے۔ ابتدائی مؤمنوں کی تعداد تو کفار کے مقابلہ میں ہمیشہ قلیل ہوتی ہے۔ رسول کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کی تعداد دشمنوں کے مقابلہ میں دسواں حصہ بھی نہ تھی یہی حال ہمارا ہے۔ ۳۳ کروڑ ہندوستان کے باشندے ہیں ان میں اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ شریف الطبع لوگوں کو مستثنیٰ کرتے ہوئے بہت سے ہمارے جانی دشمن ہیں۔ بہت سے ایسے ہیں جنہیں سلسلہ کی چونکہ واقفیت نہیں ہوتی اس لئے مولوی انہیں ورغلا لیتے ہیں۔ پس وہ جو ہمیں نقصان پہنچانا چاہتے ہیں ان کے مقابلہ میں ہماری تعداد ہے ہی کیا۔ پھر تم منافق سے یہ کس طرح امید کرسکتے ہو اور تمہاری یہ امید کس طرح صحیح سمجھی جاسکتی ہے کہ وہ اتنے بڑے دشمنوں کا مقابلہ کرے گا جبکہ تم دیکھتے ہو کہ تم اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں سینکڑوں گُنے کم ہو لیکن وہ تم سے ڈرتے ہیں اور تمہارے سامنے بات نہیں کرسکتے۔ جو لوگ ہمارے جیسی قلیل اور بے کس جماعت سے ڈرتے اور خوف کھاتے ہیں وہ ہم سے مل کر کئی گُنے طاقتور دشمنوں کا مقابلہ کس طرح کرسکتے ہیں۔ وہ تو صرف ایک ہی کام کرسکتے ہیں اور وہ یہ کہ تمہاری صفوں کو پراگندہ کریں، تمہاری چغلخوری اور عیب جوئی کریں اور تمہاری دشمنوں

کے پاس خبر رسانی کریں۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کا کام یہی بیان فرمایا ہے۔فرماتا ہے منافق تمہارے ساتھ شامل ہو جائیں تو سوائے اِس کے کہ تمہارے اندر تفرقہ پیدا کریں اور دشمنوں کے پاس خبر رسانی کریں اور کیا کر سکتے ہیں۔

پس میرا یقین ہے کہ جماعت کی ترقی ان مخلصین کے وجود پر ہے کہ جب جب اور جس جس وقت انہیں مرکز کی طرف سے آواز سنائی دے وہ اس پر لبیک کہتے جائیں اور میں سمجھتا ہوں جب تک جماعت کے خیالات اس بارے میں متفق نہ ہوں جماعت کے لوگ میری مدد نہیں کر سکتے۔اگر اس خیال پر تم قائم نہیں کہ تمہاری ترقی اخلاص کے ذریعہ ہے نفاق کے ذریعہ نہیں اور نہ تعداد کے ذریعہ تو تم لاکھوں نہیں کروڑوں نہیں اربوں روپیہ بھی میرے قدموں میں ڈال دو پھر بھی وہ میرے کام نہیں آسکتا کیونکہ وہ توکّل کا روپیہ نہیں بلکہ شرک کا روپیہ ہے اور شرک کا روپیہ کوئی مفید نتیجہ پیدا نہیں کرسکتا۔اس کے مقابلہ میں اُس شخص کا دیا ہوًا ایک پیسہ بھی برکت کا موجب ہوسکتا ہے جو کہتا ہے کہ میں خدا کا ہوں اور خدا میرا اور فتح صرف خدا دیتا ہے۔جو یہ سمجھتا ہے کہ خدا کے سِوا دنیا میں کوئی چیز نہیں اور تمام اشیاء محض سایہ ہیں جو خدا کے ارادہ سے اِدھر اُدھر نظر آتی ہیں اور جب وہ ارادہ ہٹالے تو کوئی حقیقت باقی نہیں رہتی۔

بعض دوستوں نے جو سلسلہ کے کارکن ہیں میرے گزشتہ خطبہ سے متأثر ہو کر مجھے لکھا ہے کہ ہماری تنخواہوں میں سے اتنا اتنا حصہ کاٹ لیا جایا کرے۔میں ان دوستوں کے اخلاص کی تو قدر کرتا ہوں مگر انہیں توجہ دلاتا ہوں کہ اَلْاِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِهٖ [۲] خالی قربانی کبھی کامیاب نہیں کرتی بلکہ وہ قربانی کامیاب کیا کرتی ہے جو امام کے پیچھے اور اُس کی اتباع میں کی جائے۔ بے شک مؤمن کو قربانیوں کیلئے ہر وقت تیار رہنا چاہئے مگر اسے اس بات کیلئے بھی تیار رہنا چاہئے کہ امام کی آواز سنے اور جب امام قربانیوں کیلئے بلائے اُس وقت اپنی قربانی کا اظہار کریں۔نماز کتنی اچھی چیز ہے جتنی لمبی نماز ہو جائے اُتنا ہی اچھا ہے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی فرمایا ہے کہ جو شخص امام سے پہلے حرکت کرتا ہے قیامت کے دن اس کا منہ گدھے کے منہ کی طرح بنایا جائے گا[۳]۔اسی طرح اگر کوئی شخص امام کے تکبیر کہنے سے ایک منٹ پہلے نماز کی نیت باندھ لیتا ہے تو وہ ثواب حاصل نہیں کرتا بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مطابق قیامت کے دن وہ گدھے

کی شکل میں اُٹھایا جائے گا۔ پھر رکوع اور سجدہ دعا کیلئے کتنے اچھے مقام ہیں مگر رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص امام سے پہلے رکوع یا سجدہ میں چلا جاتا ہے وہ غلطی کرتا ہے۔ جب امام جھکے تب جھکنا چاہیئے اور جب امام سر اُٹھائے اس وقت سر اُٹھانا چاہیئے۔ پس بے شک انہوں نے اخلاص دکھایا اور میں اِس کی قدر کرتا ہوں اور ان کیلئے دعا کرتا ہوں لیکن ان کی خیر خواہی کے بدلہ میں ان سے یہ خیر خواہی کرتا ہوں کہ انہیں رسول کریم ﷺ کا یہ حکم بتاتا ہوں کہ جس وقت قومی قربانی کا سوال ہو اُس وقت ہر شخص کو امام کی آواز کا انتظار کرنا چاہیئے۔ ہاں جب انفرادی قربانی کا سوال ہو تو ہر شخص اپنے اخلاص کے اظہار کیلئے دوسروں سے آگے بڑھ سکتا ہے اور اسے بڑھنا چاہیئے۔

درحقیقت امام کی غرض ہی یہ ہوتی ہے کہ ایک جماعت بحیثیت جماعت قربانی کرے افراد کی قربانی تو بغیر امام کے بھی ہوسکتی ہے۔ سپین کی نازک حالت میں جب مسلمانوں کی حکومت تباہ ہو رہی تھی عیسائیوں نے بعض شرائط پیش کیں کہ اگر مسلمان انہیں مان لیں تو ہم انہیں ملک سے نکل جانے کی اجازت دے دیں گے۔ بادشاہ نے اس کے متعلق مشورہ لینے کیلئے جب اپنے سرداروں کو بلایا تو انہوں نے کہا یہ بہت اچھی بات ہے کہ ان شرائط کو تسلیم کرلیا جائے ہمارے اندر ان کے مقابلہ کی کوئی طاقت نہیں۔ اگر وہ ہمیں افریقہ جانے دیں، کتب خانے ساتھ لے جانے دیں اور کسی قدر مال و دولت کے لے جانے میں بھی مزاحم نہ ہوں تو ہمیں اور کیا چاہیئے۔ ان سرداروں میں ایک مسلمان جرنیل بھی تھا جب اس نے یہ باتیں سنیں تو وہ کھڑا ہوا اور اُس نے کہا سَو ڈیڑھ سَو سال سے ہماری حالت اس ملک میں کمزور ہوتی چلی آرہی ہے اور اس عرصہ میں بیسیوں معاہدے عیسائیوں سے ہوئے مگر کیا تم ایک معاہدہ بھی ایسا دکھا سکتے ہو جو انہوں نے پورا کیا ہو۔ جب ایک معاہدہ بھی تم ایسا نہیں دکھا سکتے جو انہوں نے پورا کیا ہو بلکہ ہر معاہدہ کو انہوں نے توڑا ہے تو اب تم کس طرح امید کرسکتے ہو کہ وہ اس معاہدہ کی تمہارے لئے نگہداشت کریں گے۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ باقی سب اس کے پیچھے پڑ گئے کہ یہ پاگل ہے، دیوانہ ہے، یہ نہیں سمجھتا کہ مصلحت کیا چیز ہوتی ہے اتنی عمدہ شرطیں جب وہ پیش کر رہے ہیں تو ہمیں ضرور مان لینی چاہئیں اگر یہ شرائط ہم منظور نہیں کریں گے تو چونکہ ہم کمزور ہیں اس لئے وہ شہر فتح کرکے اندر داخل ہو جائیں گے اور ہم سب کو مار دیں گے۔ جب انہوں نے مخالفت کی تو وہ جرنیل اس مجلس سے اُٹھ کر چلا گیا اور اکیلا

عیسائی فوج سے لڑا اور مارا گیا۔ لوگوں نے سمجھا یہ ایک بیوقوف تھا جس نے اپنی بیوقوفی کی سزا پالی لیکن وہ بیوقوف نہیں تھا کیونکہ جب صلح ہوگئی اور مسلمانوں نے جہازوں میں عورتوں اور بچوں کو بھر دیا اور کتب خانوں کو بھی ساتھ لے لیا تو جس وقت سپین کو آخری الوداع کہہ رہے اور اپنے آنسوؤں کا ہدیہ اس کے سامنے پیش کر رہے تھے عیسائیوں نے یکدم حملہ کر کے ان کے جہازوں کو غرق کر دیا اور اس طرح وہ بُزدل اور ذلیل ہو کر مرے لیکن دنیا اس جرنیل کو آج بھی یاد کرتی ہے جس نے بہادری سے اپنی جان دی۔ اس کے مقابلہ میں ان ہزاروں جان دینے والوں پر رحم تو آتا ہے مگر ساتھ ہی دل کے گوشوں سے ان کے متعلق لعنت کی آواز بھی اُٹھتی محسوس ہوتی ہے۔ پس اکیلا مر جانا اور قربانی کیلئے اپنے آپ کو پیش کر دینا ہر وقت ہوسکتا ہے لیکن امام کی غرض چونکہ یہ ہوتی ہے کہ وہ ایک جماعت تیار کرے اس لئے قربانیوں کا وہ آہستہ آہستہ مطالبہ کرتا ہے۔ بعض لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ اگر اسلام ایسی ہی قربانی چاہتا ہے جیسی آپ بیان کرتے ہیں تو کیوں اس وقت قربانی کا مطالبہ نہیں کیا جاتا۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ بے شک اسلام انتہائی قربانی چاہتا ہے مگر اسلام یہ بھی چاہتا ہے کہ کمزوروں کو اُٹھایا جائے اور انہیں بھی دوسروں کے پہلو بہ پہلو ترقی دی جائے۔ اگر وقت سے پہلے ہی انتہائی قربانی کا مطالبہ کر لیا جائے تو ہزاروں لوگ جو بعد میں مؤمن ثابت ہو سکتے ہیں منافق بن جائیں۔ جیسے اسلام کہتا ہے کہ خدا اور رسول کے دشمن تباہ ہو جاتے ہیں مگر ہم دیکھتے ہیں کہ جو لوگ مخالفت کرتے ہیں وہ فوراً تباہ نہیں ہوتے بلکہ انہیں ایک عرصہ تک ڈھیل جاتی ہے۔ قرآن مجید میں ہی بار بار کفّار کا یہ اعتراض دُہرایا گیا ہے کہ جب ہم مخالفت کرتے ہیں تو ہم مارے کیوں نہیں جاتے؟ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہی جواب دیا ہے کہ ہم تمہیں ڈھیل دیتے ہیں شاید کسی وقت تم درست ہو جاؤ اور ہدایت پر آجاؤ۔ یہی حال انبیاء کی جماعتوں کا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ انہیں آہستہ آہستہ قربانیوں کی طرف لاتا ہے تا جو گرنے والے ہیں وہ کم ہو جائیں اور بچنے والے زیادہ ہوں۔

پس قربانی کا معیار اسی جگہ پہنچ کر رہے گا جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں پہنچا اور جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پہنچا مگر چونکہ کمزوروں اور ناطاقتوں کو اُٹھانا بھی ایمان کا حصہ ہے اس لئے امام کا فرض ہوتا ہے کہ وہ آہستہ آہستہ قربانیوں کا مطالبہ کرے اور زیادہ سے

زیادہ جماعت کو بچائے۔ پس جماعت کے تمام مخلصین کو اس دن کا انتظار کرنا چاہئے جب اگلی قربانی کا ان سے مطالبہ کیا جائے۔ بیشک اپنے دلوں میں فیصلہ انہیں آج سے ہی کر لینا چاہئے مگر عمل اُسی دن ہونا چاہئے جس دن امام کی آواز ان کے کانوں میں پہنچے کیونکہ اَلْاِمَامُ جُنَّۃٌ یُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِہٖ۔

اسی طرح بہت سے دوستوں نے میرے اس اعلان سے گھبرا کر تیسرے سال کیلئے وعدے کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ میں ان دوستوں کے اخلاص پر بھی جَزَاکُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ کہتے ہوئے ان کو تنبیہہ کرتا ہوں کہ ابھی میری طرف سے تیسرے سال کی قربانیوں کا مطالبہ نہیں ہؤا۔ ان کو کیا معلوم کہ میں پہلے سالوں سے اب کی دفعہ کس قدر زیادہ کا مطالبہ کروں گا۔ یا قربانی کا کس رنگ میں مطالبہ کروں گا۔ پس ان کو بھی اس دن کا انتظار کرنا چاہئے جب تیسرے سال کی قربانیوں کے متعلق میری طرف سے اعلان ہو۔ پھر جب اعلان ہو جائے تو اس کے مطابق وہ وعدے کریں۔ فی الحال دوستوں کو اِس کوشش میں لگ جانا چاہئے کہ جہاں جہاں جماعتوں نے وعدے پورے کرنے میں سُستی دکھائی ہے وہاں کی جماعتوں کو سُستی کے دور کرنے اور اپنے وعدوں کو پورا کرنے کی طرف توجہ دلائیں۔ میری پہلی مخاطب جماعت قادیان ہے مگر مجھے معلوم نہیں کہ اِس نے اپنے وعدوں کے پورا کرنے میں سُستی دکھائی ہے یا چُستی؟ اگر اِنہوں نے چُستی دکھائی ہے تو انہیں مزید چُستی کی ضرورت ہے اور اگر انہوں نے سُستی کی ہے تو انہیں اپنی سُستی دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور پچھلے دونوں سالوں کے بقائے بھی ادا کرنے چاہئیں یہاں تک کہ نومبر میں جب تیسرے سال کی قربانیوں کے متعلق اعلان کیا جائے تو ان کی طرف کوئی بقایا نہ ہو اور وہ اپنے وعدوں کو پورا کر چکے ہوں۔

پھر ساتھ ہی میں دوستوں کو اس امر کی طرف بھی توجہ دلاتا ہوں کہ تحریک جدید کے دوسرے حصوں کو بھی یاد رکھنا چاہئے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جوں جوں اس تحریک پر جماعت کے لوگ عمل کرتے جا رہے ہیں کمزور اور منافق طبقہ گھبرا رہا ہے اور زیادہ سے زیادہ اعتراض کرتا جا رہا ہے کہ فلاں نے یوں کیا اور فلاں نے یوں کیا حالانکہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ فلاں نے یوں کیا اور فلاں نے یوں وہی تو منافق ہوتا ہے۔ جب تک وہ یہ ثابت نہ کرے کہ اس نے کیا کِیا۔ جو شخص اپنا

سب کچھ قربان کر دیتا ہے اُس کا حق ہے کہ وہ کہے باقی لوگوں نے کیا کِیا اور وہ کیا کرتے ہیں بشرطیکہ وہ اعتراض جائز ہو کیونکہ بعض حالات میں بعض کیلئے قربانی کا زیادہ موقع ہوتا ہے اور بعض کیلئے کم۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اُس کی محبت کے حصول کیلئے قربانی کرنے والے ہوتے ہیں وہ اعتراض کم کرتے ہیں اور لوگوں کی اصلاح کی کوشش زیادہ کرتے ہیں۔

حدیثوں میں اس کی ایک مثال بھی آتی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمیشہ قربانی میں دوسروں سے بڑھے ہوئے رہتے مگر ان کو کبھی دوسروں کی قربانی دیکھ کر یہ خیال نہ آتا کہ وہ کم ہے لیکن کم قربانی کرنے والوں کو ضرور خیال آجاتا کہ ان کی قربانی زیادہ ہے۔ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کا مطالبہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت ابوبکرؓ قربانی میں ہمیشہ بڑھ جاتے ہیں اب کی دفعہ میں انہیں شکست دوں گا۔ اُس وقت تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جو مالی قربانی تھی وہ نصف کے قریب نہیں پہنچی تھی اور جب وہ گھر سے مال لاتے نصف سے کم ہوتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں اب کے اپنا نصف مال لے جاؤں گا اور ان کو شکست دوں گا مگر جب وہ اپنے گھر کا نصف مال لئے چلے آرہے تھے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے ہوئے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُس مال کو جو چندہ کے طور پر ابوبکرؓ لائے تھے دیکھ کر حیرت کے ساتھ اُن سے پوچھ رہے تھے کہ ابوبکرؓ! کیا تم نے اپنے گھر میں بھی کچھ چھوڑا؟ اور حضرت ابوبکرؓ جواب میں عرض کرر ہے تھے کہ اب اللہ اور اس کے رسول کا نام ہی گھر میں باقی ہے اور تو کچھ نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ واقعہ دیکھا تو وہ کہنے لگے اِس شخص کو شکست دینا ہمارے بس کی بات نہیں۔ اس واقعہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دو کمال ظاہر ہوتے ہیں ایک یہ کہ وہ قربانی میں سب سے آگے بڑھ گئے اور دوسرے یہ کہ باوجود اپنا سارا مال لانے کے پھر سب سے پہلے پہنچ گئے اور جنہوں نے تھوڑا دیا تھا وہ اس فکر میں ہی رہے کہ کتنا گھر میں رکھیں اور کتنا لائیں۔ مگر باوجود اس کے حضرت ابوبکرؓ کے متعلق یہ کہیں نہیں آتا کہ اُنہوں نے دوسروں پر اعتراض کیا ہو۔ حضرت ابوبکرؓ قربانی کر کے بھی یہ سمجھتے تھے کہ ابھی خدا کا میں دیندار ہوں اور میں نے کوئی اللہ تعالیٰ پر احسان نہیں کیا بلکہ اُس کا احسان ہے کہ اُس نے مجھے توفیق دی لیکن منافق خود تو کوئی قربانی نہیں کرتا البتہ دوسروں کی قربانیوں پر اعتراض کرتا چلا جاتا ہے۔ وہ گالیاں دیتا ہے اور

جب اُسے کہا جائے کہ گالی مت دو تو وہ کہتا ہے فلاں گالی نہیں دیتا؟ وہ چغلی کرتا ہے اور جب اُسے کہا جاتا ہے کہ چغلی مت کرو تو وہ کہتا ہے کہ کیا فلاں چغلی نہیں کرتا اور باوجود اِس شدید عیب کے وہ سمجھتا ہے کہ وہ مصلح ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ وہ دیندار ہے۔ اسی طرح وہ چندے میں سُستی کرتا ہے اور جب اُسے کہا جائے کہ سستی مت کرو تو وہ کہتا ہے کہ کیا فلاں شخص چندہ دینے میں سُستی نہیں کرتا؟ اور اکثر اوقات جب وہ کہتا ہے کہ فلاں شخص چندہ دینے میں سُستی نہیں کرتا وہ جھوٹ بول رہا ہوتا ہے اور محض اپنے آپ کو بچانے کیلئے دوسروں کو عیب میں ملوث کرتا ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص نے میرے متعلق ایک اعتراض چھپوایا (وہ منافق کی مثال نہیں بلکہ دشمنوں میں سے ایک شخص کی مثال ہے اور گو منافقوں کی مثالیں بھی مَیں دے سکتا ہوں مگر شاید اس طرح ان کا نام ظاہر ہو جائے جو ابھی میں ظاہر کرنا نہیں چاہتا) کہ اِنہوں نے خلافت سے بہت سا روپیہ کمایا ہے چنانچہ اِن کو صرف جلسہ سالانہ پر پچاس ہزار روپیہ نذر کا آتا ہے۔

ایک دوست نے جب مجھے یہ اعتراض سنایا تو میں نے انہیں کہا اُسے کہہ دیں کہ وہ آکر ٹھیکہ لے لے اور جتنا روپیہ نذر کا اکٹھا ہو اُس میں سے نَو حصے آپ رکھ لیا کرے اور ایک حصہ مجھے دے دیا کرے۔ گو اس ایک حصہ میں سے بھی بہت سا روپیہ جماعت کے کاموں پر ہی خرچ کردوں گا مگر پھر بھی مجھے اس ٹھیکہ میں نفع رہے گا۔ پس اُسے کہو کہ وہ اس شرط پر ٹھیکہ لے لے کہ وہ پانچ ہزار تو مجھے دے دیا کرے اور جس قدر رنذرانہ آئے وہ خود رکھ لیا کرے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا اکثر حصہ دینی ضروریات پر خرچ کر کے پھر بھی مجھے نفع ہی رہے گا۔

غرض منافق اور دشمن ہمیشہ اپنے پاس سے باتیں بیان کرنی شروع کر دیتے ہیں اور کئی دوست انہیں سن کر گھبرا جاتے ہیں اور کہنے لگ جاتے ہیں کہ فلاں کی نسبت وہ یہ کہتا تھا اور فلاں کی نسبت یہ۔ بھلا جو خدا سے اخلاص نہیں رکھتا وہ اپنے بھائی سے کیا اخلاص رکھ سکتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل سنایا کرتے تھے کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا مجھے بخاری لے دیں۔ فرمانے لگے میں نے اُسے کہا کہ مجھے اِس وقت توفیق نہیں۔ وہ کہنے لگا یہ بھی کوئی بات ہے کہ آپ کو توفیق نہ ہو آپ صاف طور پر یہی کہہ دیں کہ میں لے کر نہیں دینا چاہتا۔ فرمانے لگے کیوں؟ وہ کہنے لگا سیدھی بات ہے حضرت مرزا صاحب کے دو تین لاکھ مرید ہیں اگر وہ

مرزا صاحب کو ایک ایک روپیہ نذرانہ دیتے ہوں تو دولاکھ روپیہ کا نذرانہ انہیں آجاتا ہوگا اور اگر وہ چار چار آنے بھی آپ کو نذرانہ دیں تو پچاس ہزار روپیہ نذر کا تو آپ کو ہر سال مل جاتا ہوگا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرماتے کہ میں نے اُسے کہا کہ پہلے تم یہ بتاؤ کہ آج تک تم نے مجھے کتنی چونّیاں دی ہیں؟ جس قدر تمہاری طرف سے مجھے چونّیاں پہنچی ہیں وہ گِنا دو اور پھر اِس پر دوسروں کا قیاس کرلو اِس پر وہ خاموش ہوکر چلا گیا۔ تو منافق آدمی ہمیشہ دوسروں کے متعلق بے بنیاد باتیں کرتا رہتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں یوں ہے اور فلاں یوں۔ پس ان کی باتوں سے گھبرانا نہیں چاہیئے اور نہ ان کی پرواکرنی چاہیئے کیونکہ کوئی معقول وجہ ایسی نہیں ہوتی جس کی بناء پر سمجھا جاسکے کہ واقعہ میں ہمارا فلاں بھائی ایسا ہے۔ وہ صرف اپنا پہلو بچانے کیلئے اعتراض کرتا ہے اور اس کی غرض محض اپنے آپ سے اعتراض کو دور کرنا ہوتا ہے اور یہی علامت منافق کی ہے ورنہ کیا یہ جواب دینے سے کہ چونکہ فلاں شخص نجاست پر منہ مارتا ہے اس لئے میں بھی ایسا کرتا ہوں کوئی شخص بری الذمہ سمجھا جاسکتا ہے!! مثل مشہور ہے کہ کسی شخص نے دوسرے سے برتن مانگا مگر دیر تک واپس نہ کیا۔ ایک دن یہ اُس کے گھر گیا تو دیکھا کہ وہ اُس برتن میں ساگ کھا رہا ہے۔ یہ کہنے لگا چوہدری! یہ بات تو اچھی نہیں کہ تم نے میرا برتن لیا مگر اُسے واپس نہ کیا اور اب اس میں ساگ کھا رہے ہو میرا نام بھی تم بدل دینا اگر میں تمہارے برتن میں جاکر پاخانہ نہ کھاؤں۔ ان منافقوں کا جواب اگر واقعات کے لحاظ سے درست ہو تب بھی اس کی حیثیت اس جواب سے زیادہ نہیں ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی جواب ہے کہ میں اگر جھوٹ بولتا ہوں تو فلاں بھی جھوٹ بولتا ہے، میں اگر فریب کرتا ہوں تو فلاں بھی فریب کرتا ہے، میں اگر غدّاری کرتا ہوں تو فلاں بھی غدّاری کرتا ہے، میں اگر بدکاری کرتا ہوں تو فلاں بھی بدکاری کرتا ہے، گویا چونکہ دوسرا شخص بھی جھوٹ بولتا، فریب کرتا، غدّاری کرتا اور بدکاری کا مرتکب ہوتا ہے اس لئے جھوٹ جھوٹ نہ رہا، فریب فریب نہ رہا، غدّاری غدّاری نہ رہی اور بدکاری بدکاری نہ رہی۔

غرض یہ یقینی بات ہے کہ جوں جوں جماعت قربانی میں ترقی کرے گی منافق چونکہ ساتھ نہیں چل سکے گا اس لئے وہ شور مچانے لگ جائے گا کہ یہ بھی ناجائز ہے اور وہ بھی ناجائز مگر جماعت کو اِدھر اُدھر نہیں دیکھنا چاہیئے بلکہ سیدھا اپنی منزلِ مقصود کی طرف بڑھتے چلے جانا چاہیئے۔

۱۹۱۳ء میں مَیں نے رؤیا دیکھا کہ دو پہاڑ ہیں جن کی ایک چوٹی سے دوسری چوٹی کی طرف میں جانا چاہتا ہوں۔ وہ پہاڑ ایسے ہی ہیں جیسے صفا اور مَروہ۔ لیکن صفا اور مَروہ کے درمیان جو جگہ تھی وہ تو اب پاٹ گئی ہے مگر خواب میں جو دو پہاڑ میں نے دیکھے ان کے درمیان جگہ خالی تھی۔ جب میں ایک چوٹی سے دوسری چوٹی کی طرف جانے لگا تو مجھے ایک فرشتہ ملا اور کہنے لگا جب تم دوسری چوٹی کی طرف جانے لگو گے تو راستہ میں تمہیں بہت سے شیطان اور جِنّات ڈرائیں گے اور تمہاری توجہ اپنی طرف پھرانا چاہیں گے مگر باوجود اس کے کہ وہ ہر رنگ میں تمہیں ڈرائیں تمہیں اپنی طرف متوجہ کرنا چاہیں تم ان کی طرف نہ دیکھنا اور یہی کہتے جانا کہ **''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ''، ''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ''**۔ اس کے بعد میں جب چلا تو راستے میں مَیں نے دیکھا کہ ایک وسیع جنگل ہے جس میں سے عجیب عجیب شکلیں نکل نکل کر مجھے ڈرانا چاہتی ہیں، کہیں ہاتھی نکلتے ہیں اور وہ مجھے ڈراتے ہیں، کہیں چیتے نکلتے ہیں اور مجھے ڈراتے ہیں کہیں خالی سر آجاتے ہیں اور مجھے خوف زدہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہیں بغیر سروں کے دھڑ آجاتے ہیں۔ غرض عجیب عجیب رنگوں اور عجیب عجیب شکلوں میں وہ مجھے ڈراتے اور میری توجہ اپنی طرف پھرانا چاہتے ہیں مگر جب میں کہتا ہوں ''خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ'' تو وہ سب شکلیں غائب ہو جاتی ہیں۔ غرض اسی طرح میں چلتا گیا یہاں تک کہ منزلِ مقصود پر پہنچ گیا۔ تو درحقیقت اس قِسم کے لوگوں کی باتوں کو سُن کر اِس فکر میں پڑ جانا کہ فلاں نے فلاں پر یہ اعتراض کیا ہے فضول بات ہے۔ مؤمن کا کام یہ ہے کہ جب وہ اس قِسم کی کوئی بات سنے تو ذمہ دار لوگوں تک اُسے پہنچا دے مگر یہ کہ منافق جن لوگوں پر الزام لگائے اُن الزامات کی تحقیق کی جائے یہ بیوقوفی کی بات ہے۔ اگر واقعہ میں انہیں کوئی اعتراض ہے اور وہ منافق نہیں تو کیوں وہ اس طریق کو اختیار نہیں کرتے جو شریعت نے مقرر کیا ہے۔ گھروں میں بیٹھ کر باتیں کرنے اور دوسروں پر اعتراض کرنے کا مطلب ہی کیا ہے۔

پس ہر دوست کو اس طرف سے بالکل آنکھیں بند کر کے فیصلہ کر لینا چاہئے کہ میں ہی ہوں جس نے یہ کام کرنا ہے۔ خواہ میرے بیوی بچے، عزیز دوست اور رشتہ دار سب مجھے چھوڑ دیں مجھے ان کی کوئی پرواہ نہیں میں خود اس کام کو کروں گا اور جب دوست اس قِسم کا پختہ ارادہ کر لیں گے تو خود بخود کام میں سہولتیں پیدا ہوتی چلی جائیں گی۔ اب تک جو کام ہؤا ہے کیا وہ ہماری

تدبیروں کا نتیجہ ہے؟ میں تو جب اُس زمانہ کی جماعت پر نگاہ دوڑاتا ہوں جب خلافت کا کام خداتعالیٰ نے میرے سپرد کیا اور آج کی جماعت کو دیکھتا ہوں تو میں خود جس کے ہاتھ میں یہ سب کام ہؤا اپنے ذہن میں اسے ایک خواب سمجھتا ہوں۔ آج ہماری طاقت خداتعالیٰ کے فضل سے پہلی طاقت سے سینکڑوں گنے زیادہ ہے، آج خداتعالیٰ کے فضل سے ہم سینکڑوں گنے زیادہ وسیع علاقہ میں پھیلے ہوئے ہیں اور وہ بیسیوں قومیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام بھی نہیں جانتی تھیں آج خداتعالیٰ کے فضل سے ان میں ہماری جماعتیں قائم ہیں۔ پس میں تو اس ترقی پر جب نگاہ ڈالتا ہوں مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا ایک خواب ہے اور میری اس حالت کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے وہ رات دیکھی ہے جس سے پہلے دن حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی وفات ہوئی۔ اس رات مولوی محمد علی صاحب نے ایک ٹریکٹ تمام جماعت میں تقسیم کیا جس میں لکھا تھا آئندہ کسی خلیفہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ صرف ایک پریذیڈنٹ ہونا چاہئے اور وہ بھی چالیس سال سے اوپر کی عمر کا ہو اور پھر غیراحمدیوں کو کافر نہ کہتا ہو۔ ادھر ہمیں یہ نظر آتا تھا کہ جماعت کی کنجی ان کے ہاتھ میں ہے، سارے عہدے ان کے قبضے میں ہیں اور خزانہ بھی انہی کے ماتحت ہے اور اس پر بھی انہی کا قبضہ ہے۔ وہ رات جنہوں نے قادیان میں گزاری ہے وہ جانتے ہیں کہ جماعت کیسی خطرناک حالت میں سے گزری ہے۔ اس وقت کی حالت بالکل ایسی ہی تھی جیسے پانی پر ایک بلبلہ ہو اور اچانک ایک تیز آندھی اُسے مٹانے کیلئے آجائے۔ ایک تیز آندھی کے مقابلہ میں بلبلے کی کیا حیثیت ہوا کرتی ہے ہر شخص اس کا اندازہ آسانی سے لگا سکتا ہے۔ بلبلہ تیز آندھی کے مقابلہ میں ایک بالکل بے حقیقت شَے ہوتا ہے مگر کوئی کیا جانتا ہے کہ یہی بلبلہ ایک دن گنبدِ خضراء بننے والا ہے اور آسمان کی طرح دنیا پر چھا جانے والا ہے۔ بلبلہ بلبلہ ہی تھا اور طوفان طوفان ہی تھا مگر اس بلبلہ کے اندر جو ہوا بھری ہوئی تھی وہ معمولی ہوا نہ تھی بلکہ خدا کی روح تھی وہ بڑھی، وہ ترقی پائی، وہ مضبوط ہوئی یہاں تک کہ ایسی چھت بن گئی جس کے نیچے ساری قوموں نے آرام پایا۔ پس کون ہے جو مؤمن کو ڈرا سکے کون ہے جو اُسے خائف کر سکے کہ مؤمن کی طاقت اس کے نفس سے نہیں آتی بلکہ اس کے خدا کی طرف سے آتی ہے۔ ایک تلوار جو خالی پڑی ہوئی ہو وہ ایک بچہ کو بھی زخمی نہیں کر سکتی لیکن ایک معمولی سی چھڑی مضبوط انسان کے ہاتھ میں جا کر دوسرے انسان کا سر بھی توڑ سکتی ہے۔ پس

دنیا کے سامانوں سے مت ڈرو اور اس کی تکلیفوں کا مت خیال کرو تم میں سے ہر فرد واحد کا معاملہ براہ راست خدا تعالیٰ سے ہے پس اپنے دل میں عہد کرو کہ اس آخری زمانہ کے مصلح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دنیا کی اصلاح کریں گے اور بیوی بچوں، ہمسایوں، دوستوں، رشتہ داروں اور ملنے والوں کی کوئی پروانہ کریں گے اور جس جس قربانی کیلئے بلایا جائے گا اس کیلئے آمادہ ہوں گے۔ جب تم ایسا کرو گے تو تمہارا معاملہ خدا سے صاف ہوگیا۔ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؁۵ جب تم ہدایت پا گئے تو دوسرے کی گمراہی تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ خدا تعالیٰ کے سامنے تم دنیا کے ذمہ دار نہیں بلکہ صرف اپنی جان کے ذمہ دار ہو۔ جب تم اپنی جان خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کر دو گے اور کہہ دو گے کہ اے خدا! ہم نے تیرے لئے اور تیرے دین کی اشاعت کیلئے اپنی جان بھی قربان کر دی آگے لوگوں کی اصلاح ہوئی یا نہیں ہوئی یہ تیرا کام تھا ہمارا نہیں تو تم اپنے فرض سے سبکدوش سمجھے جاؤ گے اور تم پر کوئی الزام نہیں ہوگا۔ مگر یاد رکھو اگر انسان خدا تعالیٰ کیلئے اپنی جان دینے کیلئے تیار ہو جائے تو ناممکن ہے کہ دنیا کی اصلاح نہ ہو۔ زمین ٹل سکتی ہے، آسمان ٹل سکتے ہیں، پہاڑ غائب ہو سکتے ہیں، دریا خشک ہو سکتے ہیں، سمندر بھاپ بن کر اُڑ سکتے ہیں، تمام عالَم تہہ و بالا کیا جا سکتا ہے مگر مؤمن کی قربانی کو خدا کبھی ضائع نہیں ہونے دیتا۔ اس کے دل سے بہا ہؤا ایک قطرۂ خون سارے زمین و آسمان سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔ چاہے تم اس دنیا میں کامیابی دیکھو چاہے اگلے جہان میں آسمان پر سے جھانک کر دیکھو بہرحال تمہاری قربانیاں ضائع نہیں ہوں گی۔ دنیا کی اصلاح ہو کر رہے گی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مشن دنیا میں قائم ہو کر رہے گا اور تم خدا کی گود میں ہنستے ہوئے کہو گے کہ ہمارا تھوڑا سا خون دنیا میں کتنے عظیم الشان تغیرات پیدا کرنے کا موجب ہؤا۔ آج اسلام تباہی کی حالت میں گِرا ہؤا ہے مگر صدیوں تک اسلام نے دنیا میں نہایت نیک اور مہتم بِالشان تغیر پیدا کئے ہیں۔ وہ دو دو چار چار روپے کی حیثیت کے صحابہؓ جن کے جسم پر کپڑے بھی کافی نہیں ہوتے تھے اور جن کے پیٹ میں روٹی نہیں ہوتی تھی وہ کس اعلیٰ مقام کو پہنچے؟ جس وقت اگلے جہان میں خدا اُن کی روحانی بینائی کو تیز کرتا ہوگا اور گزشتہ صدیوں میں جب وہ آسمان پر سے جھانک کر دیکھتے ہوں گے کہ کس طرح دنیا میں یورپ سے لے کر چین کے کناروں تک مسلمان خدا کا نام پھیلانے میں مصروف ہیں تو اُن

کے دل کس قدر خوشیوں سے بھر جاتے ہوں گے اور وہ کس کس رنگ میں مزے نہ لیتے ہوں گے کہ ہماری چھوٹی چھوٹی قربانیاں دنیا میں کتنا عظیم الشان تغیر پیدا کر گئیں اور ہمارا بو یا ہؤا چھوٹا سا بیج کیسا عظیم الشان درخت بن گیا یہی حال آئندہ ہونے والا ہے۔ ہمارے زمانہ میں یہ باتیں آئیں یا نہ آئیں مگر یہ آ کر رہیں گی اور اگر اِس دنیا میں ہم نے اِن امور کو پورا ہوتے نہ دیکھا تو ہم آسمان پر سے دنیا کو جھانکیں گے اور دنیا کے تغیرات کو دیکھ کر کہیں گے کہ خدا نے سب کچھ ہمارے ہاتھوں سے کرایا۔ اللہ تعالیٰ رسول کریم ﷺ کو قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ ہم نے تجھ سے جو وعدے کئے ہیں ان وعدوں میں سے بعض تیری زندگی میں پورے کر دیں گے اور بعض تیری وفات کے بعد پورے کریں گے [۶] ۔یہی حال مؤمن کا ہوتا ہے وہ کچھ امور کو پورا ہوتے اپنی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے اور کچھ امور کے پورا ہونے کو آسمان پر سے جھانک کر دیکھتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ دنیا کے دیکھنے سے آسمان پر سے دیکھنا کچھ کم حیثیت نہیں رکھتا بلکہ دنیا میں انسان جب ان امور کو دیکھتا ہے تو اُس کے ساتھ بہت سے خطرات بھی لگے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ آئندہ کے حال سے بھی ناواقف ہوتا ہے لیکن آسمان پر بیٹھی ہوئی روح مستقبل سے بھی واقف کی جاتی ہے اور وہ جانتی ہے اُس وسعت کو جو اُس کا لگایا ہؤا درخت دنیا میں حاصل کر رہا ہوتا ہے۔ پس اپنی ذات کا معاملہ خدا سے درست کر لو دنیا کا معاملہ خدا تعالیٰ خود درست کر دے گا کیونکہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے مؤمن کی قربانی کبھی ضائع نہیں ہوتی، ضائع نہیں ہو سکتی اور ضائع نہیں کی جاتی۔

(الفضل ۱۹ ستمبر ۱۹۳۶ء)

---

[۱] المائدۃ: ۲۵

[۲] بخاری کتاب الجہاد والسیر باب یقاتل مِنْ وَّرَاءِ الْاِمَامِ وَ یُتَّقٰی بِہٖ

[۳] بخاری کتاب الاذان باب اِثْم مَنْ رَفَعَ رَأْسَہٗ قَبْلَ الْاِمَام

[۴] ترمذی ابواب المناقب۔ باب مناقب ابی بکر الصدیق

[۵] المائدۃ: ۱۰۶

[۶] وَاِمَّا نُرِیَنَّکَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُھُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّکَ (یونس: ۴۷)